حضرت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ

بطور مفسر، محدث اور سیرت نگار

تحریر: جناب مولانا عبدالمالک مجاہد۔ ریاض

مجھے صحیح طور پر یاد نہیں کہ میری کتنے سال پہلے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سے ملاقات ہوئی۔ حافظے پر زور ڈالنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ پندرہ سال تو گزر ہی چکے ہوں گے۔ محترم ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کے ہاں کوئی تقریب تھی، مہمان تشریف فرما تھے کہ انہوں نے ایک شخصیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہیں مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، میری بڑی دیرینہ تمنا تھی کہ مولانا سے ملاقات ہو، مگر اس طرح اچانک...... میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، اور پھر مولانا نے مجھے یہ کہہ کر گلے لگا لیا کہ اچھا آپ ہیں عبدالمالک مجاہد، میں نے تعجب سے کہا جی ہاں، فرمانے لگے میں نہ صرف آپ کو جانتا ہوں بلکہ آپ کا مضمون بھی اپنے جریدے میں شائع کر چکا ہوں۔ فرطِ مسرت سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دراصل میں نے انقلاب ایران کے حوالے سے بڑی محنت کے ساتھ ایک مضمون لکھا تھا جسے مختلف پرچوں نے شائع کیا تھا۔ ان کا اشارہ اس طرف تھا۔ ساتھیوں نے ان کے ساتھ ہی مجھے جگہ دے دی اور میں نہایت محبت سے اس عظیم شخصیت کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ جس کی کتاب ''الرحیق المختوم'' نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔ اس نشست میں مولانا سے کافی باتیں ہوئیں اور پھر ان سے رابطہ گہرا ہوتا چلا گیا۔ وہ مدینہ یونیورسٹی کے مرکز ''خدمة السنة والسيرة النبوية'' میں علومِ سیرت کمیٹی کے رکن تھے، اور دیگر رفقاء کار کے ساتھ ریسرچ میں مشغول رہتے تھے۔ مدینہ طیبہ آنا جانا رہتا ہی تھا۔ میری خواہش ہوتی کہ جب بھی مدینہ طیبہ جاؤں مولانا سے ضرور ملاقات کروں۔ چنانچہ عموماً فون کر کے وقت لے لیتا اور پھر مرکز ''خدمة السنة'' میں ہم گھنٹوں مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہتے۔ اس دوران میں نے ان سے گزارش کی کہ سکول کے طلبہ کیلئے سیرت پر ایک متوسط حجم کی کتاب تصنیف کریں، جو میٹرک کے طلبہ کیلئے بطور سلیبس پڑھائی جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے میری اس تجویز کو شرف قبولیت بخشا اور عربی زبان میں ''روضة الانوار فی سيرة النبي المختار ﷺ'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ کتاب شائع ہوئی تو سعودی عرب کے متعدد تعلیمی اداروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، کئی لوگوں نے اسے مفت تقسیم کیا، کتنے ہی عربی سکولوں نے اسے اپنے نصاب میں داخل کر لیا۔ پھر میری خواہش تھی کہ اس کتاب کو اردو زبان میں بھی منتقل ہونا چاہیئے۔ اسی سوچ میں تھا کہ اس دوران مولانا محترم ریاض تشریف لائے۔ دوران ملاقات میں نے اردو ترجمہ کی

فرمائش کی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنا بیگ کھولا اور اردو ترجمہ کا مسودہ یہ کہتے ہوئے میرے حوالے کر دیا کہ مجھے معلوم تھا تم اس کا مطالبہ کرو گے، اور پھر ''تجلیات نبوت'' کے نام سے یہ کتاب دارالسلام نے نہایت محبت سے شائع کی۔ ''الرحیق المختوم'' کو اللہ نے جو شان بخشی اور اسے جو پذیرائی ملی اس کا تذکرہ ہم آگے جا کر کریں گے۔ مگر دارالسلام نے تجلیات نبوت کا ترجمہ دیگر زبانوں میں بھی کیا۔ جن میں انگلش زبان نہایت قابل ذکر ہے۔

مولانا کی پیدائش 1942ء کے وسط میں مبارک پور کے شمال میں تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی حسین آباد میں ہوئی۔ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (اتر پردیش) کا ایک معروف علمی اور صنعتی قصبہ ہے۔ بچپن میں قرآن مجید کا کچھ حصہ اپنے دادا اور چچا سے پڑھا اور گاؤں ہی کے مدرسے میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر 1948ء میں مدرسہ دارالتعلیم مبارک پور میں داخل ہوئے۔ وہاں چند سالوں میں پرائمری تعلیم حاصل کی۔ پھر فارسی، عربی زبان، صرف نحو اور قواعد کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے 1954ء میں مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے۔ پھر دو سال بعد مدرسہ فیض عام (مئو) چلے گئے۔ یہ مدرسہ مبارک پور سے 35 کلومیٹر پر واقع مئو ناتھ بھنجن میں واقع ہے اور پورے علاقے میں اسے ایک اہم دینی درسگاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس مدرسہ میں ان کی تعلیم 1961ء میں مکمل ہوگئی۔ باقاعدہ سند دی گئی۔ جس کے مطابق انہیں تدریس اور افتاء کی اجازت تھی۔ دوران تعلیم الہ آباد بورڈ کے زیر اہتمام منعقد کی جانے والی عربی اور فارسی کے سرکاری امتحانات مولوی و عالم میں بھی شرکت فرمائی۔ مولانا غیر معمولی طور پر ذہین اور فطین تھے، تمام امتحانات میں فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہوئے۔ پھر مختلف شہروں اور مقامات میں درس و تدریس اور تقریر و خطابت کے شغل میں رہ کر 1974ء میں جامعہ سلفیہ بنارس آ گئے۔ وہاں پر چودہ سال تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران ماہنامہ ''محدث'' بنارس کی ایڈیٹری کے فرائض بھی سنبھال رکھے تھے۔ اس دوران کم و بیش اکیس کتابیں ترجمہ و تالیف کیں جن میں کچھ تو مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ۔ مولانا کو جس کتاب نے دائمی شہرت عطا فرمائی وہ ان کی سیرت نبوی ﷺ پر شہرہ آفاق تصنیف ''الرحیق المختوم'' کے نام سے شائع ہوئی۔ مارچ 1976ء میں کراچی میں عالمی سیرت کانفرنس ہوئی۔ جس کے اختتام پر رابطہ عالم اسلامی نے سیرت کے موضوع پر مقالہ نویسی کا ایک عالمی مقابلہ منعقد کرنے کا اعلان کیا۔

یہ ربیع الاول 1396ھ (مارچ 1976ء) کی بات ہے کہ کراچی میں عالم اسلام کی پہلی سیرت کانفرنس ہوئی جس میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس کانفرنس کے اختتام پر ساری دنیا کے اہل قلم کو دعوت دی کہ وہ سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر دنیا کی کسی بھی زندہ زبان میں مقالے لکھیں۔ پہلی، دوسری، تیسری،

چوتھی اور پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو علی الترتیب پچاس، چالیس، تیس، بیس اور دس ہزار ریال کے انعامات دیئے جائیں گے۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے طلبہ اور بعض اقارب کے بے حد اصرار پر مولانا نے بھی عربی زبان میں مقالہ لکھا جس کا نام ''الرحیق المختوم'' رکھا۔ جس کا اردو میں معنی مہر لگی مصفا شراب ہے ؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

سیرت کے اس عالمی مقابلے میں بڑی تعداد میں مقالات پیش کئے گئے۔ جن کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد مقابلے کیلئے 171 مقالات کو منتخب کیا گیا۔ اس وقت سعودی وزیر تعلیم شیخ حسن عبد اللہ آل الشیخ کی سرکردگی میں قائم ماہرین کی ایک آٹھ رکنی کمیٹی نے ان مسودات کا جائزہ لیا۔ اس کمیٹی کے ارکان علوم سیرت نبوی ﷺ اور تاریخ اسلام کے ماہر اساتذہ تھے۔ ان کا تعلق جامعہ ام القریٰ سے تھا۔ انہوں نے مسلسل چھان بین کے بعد متفقہ طور پر مولانا کی تالیف ''الرحیق المختوم'' کو اوّل قرار دیا۔ چنانچہ مولانا کو 12 ربیع الاول 1399ھ کو مکہ مکرمہ میں ایک باوقار تقریب میں مکہ کے نائب گورنر امیر سعود بن عبد المحسن بن عبد العزیز کے ہاتھوں انعام دیا گیا۔ صدر مجلس حالیہ مجلس شوریٰ کے رئیس اور امام کعبہ شیخ صالح بن حمید کے والد گرامی شیخ عبد اللہ بن حمید تھے۔ ''الرحیق المختوم'' کی اشاعت کے بعد مدینہ یونیورسٹی نے انہیں ہندوستان سے مدینہ منورہ بلوالیا اور وہ مرکز ''خدمة السنة والسيرة النبوية'' میں بطور ریسرچ فیلو کام کرتے رہے۔ اس دوران فارغ اوقات میں انہوں نے کئی کتابوں کی تالیف اور ترجمہ کیا۔ میری درخواست پر صحیح مسلم کی شرح ''منة المنعم فی شرح صحیح مسلم'' تالیف فرمائی جو دارالسلام نے نہایت خوبصورت انداز میں شائع کی۔ انہوں نے حدیث کی مشہور کتاب بلوغ المرام کی شرح عربی زبان میں لکھی۔ جس کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہوئے۔

راقم الحروف کی دعاؤں میں یہ دعا اکثر شامل رہتی ہے کہ اے اللہ مجھے اچھے ساتھی عطا فرما کہ اچھے ساتھیوں کے بغیر آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ فرد واحد خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو اچھے ساتھیوں اور ٹیم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ دسمبر 1998ء کی بات ہے ایک دن مولانا کا مجھے فون آیا وہ میرے ساتھ خاصے بے تکلف تھے۔ ہر قسم کا مشورہ و گفتگو کرتے تھے۔ کہنے لگے میرا مدینہ یونیورسٹی کے ساتھ معاہدہ ختم ہوا چاہتا ہے، مگر میں اس بلاد حرمین میں مزید قیام کا متمنی ہوں۔ میں نے ایک لمحہ سوچا اور عرض کیا کہ آپ دارالسّلام تشریف لے آئیں یہاں کی علمی کمیٹی کے چیئر مین کی حیثیت سے۔ یہ ممکن ہے کہ ہم آپ کی شایان شان مالی طور پر خدمت نہ کر سکیں۔ مگر عزت و احترام کے ساتھ ساتھ آپ کو بہت سارے علمی کام کرنے کے مواقع بھی ملیں گے۔ میرے یہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ میری اس دعوت کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ میں دعائیں مانگتا رہا اور بالآخر میری دعائیں رنگ لائیں۔ مولانا دارالسلام کے ساتھ منسلک ہو گئے اور تصنیف و تالیف اور علمی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر شرف کی کوئی اور بات نہ تھی

کہ مولانا ہمارے ادارے سے منسلک ہو جائیں۔ میرے ساتھیوں نے بھی ان کی بے حد عزت اور توقیر کی۔ وہ تھے ہی اس قابل کہ ان کی عزت اور توقیر کی جاتی۔ وہ دارالسلام سے کم وبیش 6 سے 8 سال تک منسلک رہے۔ اس دوران انہوں نے کافی کتابوں کا مراجعہ کیا۔ سب سے اہم کاموں میں کتب ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کو ایک جلد میں لانے کا کام تھا۔ اس کا اشراف سعودی عرب کے مذہبی امور کے وزیر جناب شیخ صالح بن محمد ابراہیم آل الشیخ نے کیا۔ ہمارے لئے یہ بڑا چیلنج تھا، اسلامی کتابوں کی تاریخ کا غالباً سب سے بڑا منصوبہ تھا۔ اصل مسئلہ اس کی تصحیح کا تھا ہم چاہتے تھے کہ ایسا نسخہ شائع ہو جو صحیح ترین اور غلطیوں سے پاک ہو۔ مولانا موصوف کو علمی کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا اور ریکارڈ وقت میں ایسا نسخہ اٹلی سے شائع ہوا جس میں 2772 صفحات ہیں جو کتب ستہ کا سب سے صحیح نسخہ تھا۔ مولانا نے تاریخ مکہ مکرمہ اور تاریخ مدینہ منورہ پر بھی کام کیا اور پھر تفسیر ابن کثیر کے اختصار پر علمی کام تھا۔ اس کام پر مولانا ابوالا شبال (مکہ مکرمہ) حفظہ اللہ نے کام کیا، اس کے بعد مراجعہ پر مولانا موصوف نے خوب محنت سے کام کیا اور اس کا ایک ایک لفظ پڑھا۔ اسی طرح تفسیر احسن البیان کے تفسیری نوٹ پر بھی مولانا نے مراجعہ فرمایا اور گرانقدر مشوروں سے نوازا۔ یہ مضمون زیادہ وسعت کا متحمل نہیں ہے ورنہ ان کی زندگی کے حوالے سے کتنے ہی واقعات ہیں جو پوری کتاب کے متقاضی ہیں۔ بہر حال میں نے ان کو بیک وقت کسی مفسر، محدث، سیرت نگار، مورخ، مناظر اور فتویٰ نولیس کے طور پر دیکھا ہے ان کا علم بڑا پختہ اور دماغ بہت حاضر تھا۔ ہم نے جب بھی کبھی مسئلہ میں ان سے رجوع کیا چند لمحات کے اندر مولانا اس کا شافی جواب فراہم کر دیتے۔ وہ بلاشبہ ہمارے لئے ابرِ رحمت کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا اخلاق مثالی تھا۔ ہم بھی ان سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور ان کا رویہ بھی ہمارے ساتھ ایک بزرگ اور باپ جیسا تھا۔ میں نے ان کے ماتھے پر کبھی شکن نہیں دیکھی۔ عموماً ان پر سنجیدگی طاری رہتی۔ وہ اپنے کام سے غرض رکھتے۔ عام مؤلفین کے مقابلے میں کہیں تیز کام کرتے تھے۔ ان کا قلم بہت تیز چلتا تھا۔ مگر اتنا خوبصورت لکھتے کہ بہت کم مصنف اتنا پیارا لکھتے ہوں گے۔ سیرت کے حوالے سے وہ ایک اتھارٹی تھے۔ تاریخ اسلام پر ان کی گہری نظر تھی۔ بلاشبہ ان کی وفات سے عالم اسلام ایک بہت بڑی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ چند سال پہلے ان کو فالج کا حملہ ہوا، اس دوران وہ ہندوستان اور سعودی عرب آتے جاتے رہے۔ علاج معالجہ بھی چلتا رہا مگر ساتھ ساتھ وہ علمی کاموں میں بھی مشغول رہے۔ گزشتہ چند مہینوں سے وہ اپنے آبائی گھر مبارک پور میں صاحب فراش تھے۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ یکم دسمبر 2006ء جمعہ المبارک دن کے تین بجے انہوں نے داعی حق کو لبیک کہا۔ اس طرح علم وعمل کا یہ ستارہ مبارک پور میں غروب ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

انہوں نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے، چار بیٹیاں اور بے شمار شاگرد اور ہمدرد چھوڑے ہیں۔ بڑا بیٹا ڈاکٹر فیض الرحمٰن علی گڑھ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کر چکا ہے۔ تین بیٹے مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی ریاض میں جامعۃ الامام میں زیر تعلیم ہے اور اپنے خاوند کے ہمراہ ریاض میں مقیم ہیں۔